السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آٹھویں :

إِذۡ قَالَ ٱللَّهُ يَٰعِيسَىٰٓ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ ۝٥٥ ... سورة آل عمران

اس وقت اللہ نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام میں تمہاری دنیا میں رہنے کی مدت پوری کر کے تم کو اپنی طرف اٹھالوں گا ۔ اور تمہیں کافروں (کی صحبت) سے پاک کردوں گا''

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

قادیانیوں نے آیت سے جو استدلال کیا ہے کہ ماضی میں حضرت عیسیٰ کی وفات ہو چکی ہے تو یہ سلف سے منقول اس آیت کی تفسیر کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ اس کے معنی اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین سے لینا آسمان پر زندہ اٹھانا اور کافروں سے نجات دینا ہے ۔ اسی تفسیر ہی سے اس آیت اور کتاب وسنت کے ان تمام صحیح نصوص میں تطبیق کی صورت ممکن ہے جو اس بات پر دلالت کناں ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمانوں پر زندہ اٹھالیا گیا ہے ۔ وہ آخر زمانے میں نازل ہوں گے اور ان کے نزول کے موقع پر تمام اہل کتاب اور دیگر سب لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں جو توفی بمعنی وفات منقول ہے اس روایت کی سند صحیح نہیں کیونکہ وہ منقطع ہے آپ سے اسے روایت کرنے والے علی بن ابی طلحہ ہیں جنہوں نے آپ کو دیکھا نہ ان کا آپ سے سماع ثابت ہے اسی طرح وہب سے بن منبہ یمانی سے توفی کی تفسیر جو وفات سے منقول ہے تو اس روایت کی سند بھی صحیح نہیں ہے اسے محمد بن اسحاق نے وہب سے ایک ایسے شخص کے واسطہ سے روایت کیا ہے جو غیر متہم ہے لیکن ایک تو ابن اسحاق نے اس روایت عنعنہ سے بیان کیا ہے اور وہ مدلس ہے لہذا اس کی معنعن روایت قبول نہیں اور دوسرے یہ راوی جسے غیر متہم کہا گیا یہ مجہول ہے پھر اس تفسیر کو اگر درست مان بھی لیا جائے تو اس کے معنی زیداہ سے زیادہ یہ ہوں گے کہ توفی کے معنی میں ایک یہ بھی احتمال ہے کیونکہ توفی کے یہاں کئی معنی بیان کئےگئے ہیں اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین سے جسم وروح کے ساتھ پکڑلیا اور پھر انہیں اپنی طرف زندہ اٹھالیا دوسرے اس کے معنی یہ کئےگئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر نیند طاری کر کے انہیں اوپر اٹھالیا اور پھر رفع کے بعد اور آخر زمانہ میں نزول کے بعد انہین فوت کرے گا کیونکہ واؤ ترتیب کی متقاضی نہیں ہوتی یہ صرف دو امروں کو جمع کرنے کی متقاضی ہوتی ہے ۔ اصول یہ ہے کہ جب ایک آیت کے معنی کے بارے میں اقوال مختلف ہوں تو اس قول کو اختیار کرنا واجب ہوتا ہے جو دیگر ظاہر دلائل سے ہم آہنگ ہوتا کہ تمام دلائل میں تطبیق پیدا ہو جائے اور متشابہ کو محکم کی طرف لوٹا دیا جائے چنانچہ راسخ فی العلم علماء کا یہی معمول ہوتا ہے ہاں البتہ کج روی اختیار کرنے والوں کی راہ دوسر ہوتی ہے کہ وہ فتنہ وتاویل کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے شر سے محفوظ رکھے ، (آمین)

ھذا ما عندي واللہ اعلم بالصواب

فتاویٰ اسلامیہ

ج1ص38